Volume 04, Issue 01,
January-March 2026
PP: 34-54
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN
Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

Article QR

اسلام میں حکام ریاست کے لیے استثناء کا تصور قرآن وسنت کی روشنی میں تحقیقی وتنقیدی تجزیہ

The Concept of Exception for State Authorities in Islam: A Research and Critical Analysis in the Light of the Qur'an and Sunnah

Hafiz Abdul Rafay Nawaz[1]

Article History

Received
09-02-2026

Accepted
28-02-2026

Published
08-03-2026

Abstract & Indexing

WORLD of JOURNALS
Crossref doi
Signatory of DORA
ACADEMIA
Google Scholar
ASIAN Research Index

Abstract

The survival of human society depends upon justice and equity. Islam established a legal system in which all individuals are equal before the law and no person is granted superiority because of authority or position. However, within Pakistan's constitutional framework, the issue of immunity granted to high-ranking state officials raises important legal and ethical concerns. Article 248 of the Constitution previously provided immunity to the President, Governors, and the Prime Minister. Through the 27th Constitutional Amendment (2025), instead of abolishing these privileges, the immunity of the President has been extended to a lifelong status, continuing even after the completion of the term of office. Similarly, amendments to Article 243 have granted lifelong immunity to the Field Marshal, Marshal of the Air Force, and Admiral of the Fleet. These developments appear to contradict the principle of equality before the law and the concept of justice emphasized in Islamic teachings. This study examines the concept of immunity from the perspective of Islamic law by analyzing the Qur'an, Sunnah, the practices of the Rashidun Caliphate, and the opinions of classical and contemporary scholars. Using a qualitative, historical, and analytical methodology, the research evaluates the constitutional provisions of Pakistan and compares them with Islamic legal principles. The study concludes that absolute or lifelong immunity for rulers has no clear justification in Islamic law and undermines the principles of justice and accountability.

Keywords:

State Authorities, Exception in Islamic Law, Islamic Governance, Qur'an and Sunnah, Political Authority in Islam, Accountability of Rulers, Islamic Legal Theory, Public Authority in Islam.

[1] *Research Scholar, Department of Quran and Sunnah, University of Karachi.*
hrabnaw@gmail.com

All Rights Reserved © 2026 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development
"Y" Category
REVIEWER CREDITS
ROAD
OPEN ACCESS

تمہید:

انسانی معاشرے کی بقا کا اصل دارومدار عدل و انصاف پر ہے۔اسلام نے ایک ایسے نظام کی بنیاد رکھی جہاں قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور کسی کو بھی اس کے منصب یا مقام کی بنیاد پر قانون سے بالاتر نہیں سمجھا جاتا۔ دور حاضر میں جہاں انسانی حقوق اور قانون کی بالادستی کے دعوے کیے جاتے ہیں وہاں استثناء قوانین کا تصور ایک سوالیہ نشان بن کر سامنے آتا ہے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ قوانین موجود نہیں بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ قانون کا اطلاق سب پر برابر نہیں، چنانچہ پاکستان کے موجودہ دستوری ڈھانچے میں خاص طور پر ارٹیکل 248 کے تحت مخصوص طبقات کو حاصل تحفظ نہ صرف انصاف کی فراہمی میں رکاوٹ ہے، بلکہ یہ خلاف شریعت بھی ہے۔ خاص کر حالیہ ائینی تبدیلی یعنی 27 ویں ترمیم کے بعد اس مسئلے نے مزید شدت اختیار کر لی ہے کیونکہ جہاں پہلے آرٹیکل 248 کے تحت صدر مملکت، گورنر، وزیر اعظم، وفاقی وزیر، وزیر اعلیٰ یا صوبائی وزیر کو تحفظات تھے (اگرچہ صدر اور گورنر کے تحفظ کے درمیان اور دیگر عہدیداران کے تحفظ کے درمیان فرق ہے جو کہ آگے تفصیلاً بیان کیا جائے گا) وہاں اب 2025ء میں ہونے والی 27 ویں ترمیم کے ذریعے اس تحفظ کو ختم کرنے کے بجائے اسے مزید وسعت دے دی گئی ہے، یعنی اب صدر کو تحفظ صدر مملکت ہونے کے دوران نہیں بلکہ صدارت ختم ہونے کے بعد تاحیات باقی رہے گا۔ اسی طرح دفعہ 243 میں ترمیم کے ذریعے فیلڈ مارشل، مارشل آف دی ایئر فورس اور ایڈمرل آف دی فلیٹ کو بھی تاحیات استثناء مل گیا، یعنی اب ان کے کسی بھی جرم کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی جاسکے گی، چنانچہ زیر نظر تحقیق میں قرآن وسنت کی روشنی میں نظام حکام میں ریاست کے لیے استثناء کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے۔ خاص کر پاکستان میں دیئے گئے اعلیٰ عہدے داران کو خلاف شرع استثناء پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور ایک تحقیقی اور تنقیدی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں درج ذیل چیزیں بیان کی جائیں گی۔

- استثناء کی لغوی، اصطلاحی تعریف اور قانونی تعریف
- استثناء کا تاریخی ارتقاء اور آغاز
- استثناء کی معاصر اقسام
- استثناء کی ضرورت اور اہمیت اور انحراف کے مظاہر
- مختلف ممالک میں اعلیٰ عہدے داروں کو حاصل استثناء کی تفصیل
- دستورِ پاکستان میں مطلقاً استثناء کا تصور
- آرٹیکل 248 اور حالیہ قانونی ترمیم کا تفصیلی مطالعہ
- استثناء کا مسئلہ قرآن وسنت کی روشنی میں اور خلافت راشدہ کے دور کے تناظر میں
- استثناء کے مسئلے میں علماء کرام کا مؤقف اور دور حاضر میں حکومت کے حامی اور غیر حامی علماء کا استثناء پر مؤقف
- استثناء کے اثرات اور اسلامی قانون میں استثناء کی حدود کو بیان کیا جائے گا

غرض یہ تحقیق قارئین کو استثناء کے موضوع پر نہ صرف جامع مواد فراہم کرے گی، بلکہ اس کے عملی اور نظریاتی مسائل پر بھی روشنی ڈالے گی۔

استثناء کی لغوی تحقیق:

استثناء یہ باب استفعال سے ہے، استفعال فعل کا مصدر کہتے ہیں استثنیت الشیء من الشیء یعنی "میں نے فلاں شے کو فلاں سے نکال دیا" اسی طرح ایک جملہ کہا جاتا ہے "حلف فلان یمینا لیس فیھا ثنیاولامثنویۃ ولا استثناء "فلاں نے قسم کھائی جس میں ثنیا نہیں مثنویہ نہیں اور استثناء نہیں "سب ایک معنی میں ہیں [1]

شہاب الدین خفاجی نے لکھا ہے کہ استثناء لغت اور استعمال میں کسی شرط کے ساتھ مقید کرنے پر بولا جاتا ہے اور اسی سے فرمان باری تعالیٰ ہے، ولا یستثنون یعنی انہوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا۔[2]

فقہاء اور اصولین کی اصطلاح میں استثناء:

فقہاء اور اصولین کی اصطلاح میں استثناء تین طرح کا ہوتا ہے:

- لفظی ہو گا
- معنوی ہو گا
- حکمی ہو گا

استثناء لفظی یہ ہے کہ الّا یا کسی حرف استثناء کے ذریعے متعدد افراد سے بعض کو نکالنا "اثنی و اخرج" جیسے الفاظ کے مضارع کے صیغے سے نکالنے کا حکم بھی یہی ہے۔

معنوی یہ ہے کہ ایک متکلم کی طرف سے الّا یا کسی حرف استثناء کے ذریعے کسی چیز کو نکالنا استثناء کہلاتا ہے۔

استثناء حکمی یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ مثلاً تصرف کسی ایسی چیز میں ہو جس میں دوسرے کا حق ہو، مثلاً کرائے پر دیئے گئے گھر کو فروخت کرنا کہ اس فروخت سے کرائے داری ختم نہ ہو گی اور فروختگی صحیح ہے، تو گویا ایسا ہے کہ اس چیز کی فروختگی مدت اجارہ میں اس کی منفعت کے استثناء کے ساتھ ہوتی ہے۔ فقہاء اور اصولین کے عرف میں یہ اطلاق کم ہے۔

ولی الدین ابوذرعہ احمد ابن عبد الرحیم اپنی کتاب "الغیث الھامی شرح جمع الجوامع" میں استثناء کے حوالے سے رقم طراز ہے ،استثناء کے لیے تخصیص کا لفظ بھی بولا جاتا ہے اس کا مطلب ہے عام کو اس کے بعض افراد میں محدود کرنا۔ تخصیص یہ ہے کہ لفظ میں اس کے بعض داخل نہیں ہیں، استثناء ایک عام حکم یا عدد میں سے بعض افراد کے نکال لینے اور خاص کر دینے کو کہتے ہیں جس کو خاص کیا جائے اسے مستثنیٰ اور جن سے خاص کیا جائے اسے مستثنیٰ منہ کہتے ہیں۔[3]

قانون کی اصطلاح میں استثناء:

قانون کی اصطلاح استثناء سے مراد وہ خاص رعایت تحفظ یا آزادی ہے جو کسی فرد، ادارے یا جائیداد کو کسی ایسی قانونی ذمہ داری ڈیوٹی یا پابندی سے حاصل ہوتی ہے جو عام طور پر دوسروں پر لاگو ہوتی ہے، پھر اس کے مختلف پہلو ہیں جیسے

- قانونی استثناء:(legal immunity) کسی شخص کو قانونی گرفت، مقدمہ بازی یا کسی مخصوص شہری فریضے سے حاصل ہونے والی آزادی۔
- مالیاتی استثناء:(financial exempton) ٹیکس کے قوانین کے تحت کسی فرد کے آمدنی کے اس حصے کو کہتے ہیں جسے حکومت ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیتی ہے تاکہ شہری پر مالی بوجھ کم ہو سکے۔

- اثاثہ جاتی تحفظ:(Debtor 's Exemption)اثاثہ جاتی تحفظ، دیوالیہ پن یا عدالتی حکم کے باوجود مقروض کی مخصوص جائیداد جسے ضبط نہیں کیا جاسکتا تاکہ اس کی بنیادی ضروریات زندگی متاثر نہ ہوں۔

ہمارا موضوع بحث قانونی استثناء یعنی legal immunity ہے۔[4]

(فائدہ) استثناء کے لیے متعدد الفاظ بولے اور لکھے جاتے ہیں جیسے Exemption(یعنی کسی قانونی ذمہ داری سے چھوٹ یا مجبور نہ ہو یہ لفظ آپنے معنی میں وسعت رکھتا ہے)

Immunity(یعنی کسی قانون یا کاروائی کے اثر سے محفوظ ہونا خاص قانونی تحفظ یہ لفظ اعلیٰ عہدے داروں اور حکمرانوں کے استثناء دینے کے حوالے سے زیادہ مناسب ہے) ایک لفظ Relief بھی بولا جاتا ہے(یعنی عارضی مخصوص یا درخواست پر ملنے والی چھوٹ یعنی کچھ وقت کے لیے استثناء مل گیا بہر حال سب سے بہتر لفظ ہمارے موضوع کے اعتبار سے immunity ہے کیونکہ ہماری بحث بھی حکومت کے اعلیٰ عہدے داران کے ملنے والے تحفظ سے ہی ہے۔

استثناء کا تاریخی ارتقاء اور آغاز

تاریخی طور پر استثناء کا تصور سب سے پہلے قدیم رومی قانون میں (500 قبل مسیح 476 عیسوی) میں اُبھرا، چنانچہ رومی قانون میں استثناء کا تصور ریاست کی مضبوطی اور حاکم کے وقار سے جڑا تھا۔ رومیوں نے imperium کا نظریہ پیش کیا جس کا مطلب تھا کہ اعلیٰ حکام کو حاصل اختیارات قانونی گرفت سے آزاد ہیں۔ رومی جمہوریہ کے دوران قونصلرز اور پرائٹرز کو ان کے ایک سالہ دور اقتدار میں مکمل استثناء حاصل تھا۔ فلسفہ یہ تھا کہ اگر ان کو ہر چھوٹے فیصلے پر عدالت میں گھسیٹا جائے گا تو وہ ریاستی دفاع اور نظم وضبط پر توجہ نہیں دے پائیں گے۔ اس دور کا مشہور قانونی اصول legibus solution بنا اس نے بنیاد رکھی کہ حاکم قانون بنانے والا تو ہے مگر اس کا پابند نہیں۔[5]

پھر اسلامی دور شروع ہوا اور ہر طرف اسلام کا بول بالا ہوا اور 610ء کے بعد اسلام نے استثناء کے تصور کو انسانی مصلحت اور مقاصد شریعت کے تابع کر دیا۔ چنانچہ اسلامی نظام میں اول تو کوئی حکمران قانون سے بالاتر نہیں تھا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب گورنر شام حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے پاس اپنا سفیر بھیجا تو دوران گفتگو جب بادشاہ کے اختیارات کا ذکر ہوا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ایک ایسے بادشاہ کی رعایا ہیں جو خود کو کسی بات میں ترجیح نہیں دیتا۔ ہر اس جرم کی سزا اس کو ملے گی جو وہ کرے گا، زنا کرے تو درے لگائے جائیں گے، چوری کرے تو ہاتھ کاٹے جائیں گے، اس لیے وہ اپنے کسی فعل کی وجہ سے چھپتا نہیں ہے اور نہ کسی بات پر فخر وغرور کرتا ہے اور نہ وہ امارت وثروت میں خود کو ہم پر ترجیح دیتا ہے[6] چنانچہ معلوم یہ ہوا کہ کسی بھی اعلیٰ عہدے دار کو اپنے عہدے کی وجہ سے کوئی تحفظ نہیں ملے گا، البتہ ایسا بھی نہیں تھا کہ استثناء کے تصور کو جڑ سے ختم کر دیا گیا ہو بلکہ مقاصد شریعت کے تابع کر کے استثناء کا معاملہ ہوتا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "لا قطع فی زمن الجامع "یعنی قحط کے زمانے میں ہاتھ نہیں کاٹے جائیں، چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور قحط پڑا تو کوئی بھوک اور افلاس کی وجہ سے چوری کرتا تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جاتے تھے، چنانچہ یہ استثناء نہیں تو اور کیا ہے؟ البتہ یہ استثناء آپ ﷺ کے فرمان کے عین مطابق تھا۔ پھر مصلحت کی وجہ سے تھا یعنی بھوک اور افلاس اور مخصوص حالات میں تھا یعنی قحط، لہٰذا یہ استثناء مقاصد شریعت کی وجہ سے جائز ہوا۔ اسی طرح اور بھی دیگر بہت سی مثالیں ہیں جہاں کسی مصلحت اور مقاصد شریعت کے تابع کر کے استثناء کو جائز قرار دیا جیسے پھل اور گری ہوئی چیز میں ہاتھ نہ کاٹنا، مدعی نبوت مسیلمہ کے دو قاصدوں کی گردن نہ مارنا، جبکہ وہ جھوٹے نبی پر ایمان لائے تھے، لیکن سفارتی اصول کی وجہ سے سفیر کی جان کی حفاظت ضروری ہوتی ہے، اس وجہ سے مرتد ہونے کے باوجود زندہ بھیج دیا گیا۔ اسی طرح اور بھی دیگر مثالیں ہیں جو آپنے موقع پر بیان کی جائیں گی۔

پھر قرونِ وسطیٰ کا دور آیا اور شاہی استثناء کا عروج شروع ہوا، چنانچہ یورپ کے تاریک دور میں استثناء ایک مقدس شاہی (DivenRight) حق بن گیا.1164ء میں constitution of cloren don کے بعد چرچ اور ریاست کو نیا رنگ دیا گیا، انگلستان میں یہ نظریہ پختہ ہوا کہ تمام عدالتیں بادشاہ کے نام پر انصاف کرتی ہیں، لہٰذا بادشاہ اپنی ہی عدالت میں مجرم نہیں ہو سکتا۔ اس دور کا مرکزی اصول The King can do no worng بنا، اس کا مطلب یہ تھا کہ بادشاہ کے کسی بھی حکم کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ استثناء مطلق Absolute Immunity تھا جس نے حاکم کو جوابدہی سے مکمل آزاد کر دیا تھا[7] پارلیمانی استثناء کے تصور کی ابتداء چودھویں صدی برطانوی پارلیمنٹ 1397ء میں ہوئی، یہ سال استثناء کی تاریخ میں دائرے کی بالادستی کے آغاز کا سال تھا، چنانچہ 12 جنوری 1397 کو تھامس ہیکسی نے بادشاہ رچرڈ دوم کے فضول اخراجات کے خلاف پارلیمنٹ میں بل پیش کیا جس پر بادشاہ نے اسے غداری کا مرتکب قرار دے کر سزائے موت سنائی، تاہم دارالعوام (House of Commons) نے اسے پارلیمنٹ کے استحقاق پر حملہ قرار دیا اور شدید احتجاج کیا۔ بالآخر بادشاہ کو اسے معاف کرنا پڑا اس کیس نے یہ تاریخی بنیاد رکھی کہ عوامی نمائندوں کو ایوان کے اندر تقریر اور تنقید کا مکمل استثناء حاصل ہونا چاہیے تاکہ وہ بادشاہ کے دباؤ کے بغیر کام کر سکیں۔[8]

پھر 1689ء سے 1885ء کے دورانیہ میں استثناء کو بادشاہت کے چنگل سے نکال کر "آئینی تحفظ" میں بدل دیا گیا، چنانچہ 1689ء کے Bill of Rights نے استثناء کو قانونی دستاویز کی شکل دی۔ اس کے آرٹیکل 9 کے تحت پارلیمنٹ کی کاروائی کو کسی بھی عدالت یا ادارے کے مداخلت سے پاک کر دیا گیا۔ 1885ء میں اے وی ڈائسی نے اپنی کتاب میں جب قانون کی حکمرانی کا فلسفہ دیا تو اس نے استثناء کو مشروط Qualified کرنے کی بحث چھیڑ دی، ڈائسی کے مطابق استثناء کا مقصد حاکم کو بچانا نہیں بلکہ فرائض کی ادائیگی میں آسانی پیدا کرنا ہے اور جو حاکم اپنی حدود سے نکلے وہاں استثناء ختم ہو جانا چاہیے، البتہ واضح رہے کہ 1791ء کے تحت فرانسیسی آئین نے inviolability کا اصول پیش کیا یعنی ارکان پارلیمنٹ کو انتقامی کاروائیوں سے محفوظ رکھنا تھا، کیونکہ فرانسیسیوں کا خیال تھا کہ اگر عوامی نمائندے محفوظ نہیں ہوں گے تو ریاست کا سیاسی ڈھانچہ گر جائے گا، البتہ مجرمانہ کاروائی کی صورت میں گرفتاری ہوگی لیکن اس سے قبل اطلاع کرنا ضروری تھا[9] اگر امریکہ کی طرف نظر دوڑائی جائے تو امریکہ میں استثنا کا ارتقاء محض تحریری آئین سے نہیں بلکہ سپریم کورٹ کے اہم فیصلوں سے ہوا، چنانچہ Horlow v. Fitzgerald کے مقدمے میں امریکی سپریم کورٹ نے مشروط استثناء کا فارمولا طے کیا۔ 1982ء میں عدالت نے قرار دیا کہ سرکاری اہلکاروں کو اس وقت تک مقدمات سے استثناء حاصل ہے جب تک ان کا عمل کسی واضح طور پر قائم شدہ آئینی یا قانونی حق کی خلاف ورزی نہ کرے، تاکہ حکومتی افسران کو ذہنی طور پر دباؤ سے بچایا جا سکے تاکہ وہ عوامی مفاد میں جرأت مندانہ فیصلہ کر سکیں۔ بہر حال ثابت ہوا کہ استثناء کا تصور قدیم رومی قانون سے ہوا اور پارلیمان میں اس کی ابتداء برطانوی پارلیمنٹ سے ہوئی اور پھر اس کے بعد مختلف ممالک میں اس تصور کا آغاز ہوا۔ غرض استثناء کا تاریخی ارتقاء ثابت کرتا ہے کہ یہ تصور قدیم دور کے حاکم کے تقدس سے سفر شروع کر کے اسلامی دور کے عدل و مصلحت سے گزرتا ہوا آج کے اداراتی تحفظ تک پہنچتا ہے (پاکستان میں استثناء کے تصور سے متعلق تفصیل آگے آرہی ہے)

استثناء کی معاصر اقسام

درجہ ذیل میں جدید قانونی نظام میں رائج استثناء کی مروّجہ اقسام کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

1. **صدارتی اور انتظامی استثناء:**

یہ استثناء ریاست کے سربراہ یعنی صدر اور انتظامیہ کے اعلیٰ عہدے داران کو حاصل ہے اور اس کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ریاست کا سربراہ ہر وقت عدالتوں کے چکر میں پڑا رہے گا تو نظام مملکت تباہ ہو کر رہ جائے گا جیسے پاکستانی آرٹیکل 248 اس کی مثال ہے۔

2. سفارتی استثناء:

یہ بین الاقوامی قانون کا ایک لازمی حصہ ہے جو ملکوں کے درمیان روابط کو ممکن بناتا ہے، ویانا کنونشن 1961 کے تحت کسی دوسرے ملک کے سفیر اور ان کے اہل خانہ کو میزبان ملک کے سول اور کریمنل قوانین سے استثناء حاصل ہے تاکہ سفیر حضرات خوف اور بلیک میلنگ کے بغیر آپنے ملک کا تحفظ کر سکیں۔

3. عدالتی استثناء:

عدلیہ کی آزادی برقرار رکھنے کے لیے ججوں کو یہ تحفظ دیا گیا ہے یعنی ایک جج اپنے عدالتی فرائض کی انجام دہی کے دوران جو بھی ریمارکس دے یا فیصلہ سنائے اسے بنیاد بنا کر جج کے خلاف ذاتی حیثیت میں مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا، تاکہ ججوں کو نڈر بنایا جائے تاکہ وہ اطمینان سے انصاف کر سکیں۔

4. پارلیمانی استثناء:

یہ استثناء عوامی نمائندوں کو آزادی اظہار کا ضامن ہے، اس کے تحت ایوان کے دیئے گئے بیانات یا ووٹ پر عدالت میں مقدمہ سے تحفظ حاصل ہوتا ہے تاکہ وہ بلاخوف وخطر عوامی آزادی بلند کر سکیں۔

5. انتظامی افسران کو استثناء:

یہ انتظامی افسران اور قانون نافذ کرنے والے دیگر ادارے جیسے پولیس وغیرہ کو حاصل ہوتا ہے یہ تحفظ نیک نیتی سے مشروط ہوتا ہے اگر یہ حضرات اپنی حدود میں رہ کر کام کریں۔

6. خودمختار ریاستی استثناء:

اس قانون کے نظریئے کے مطابق ریاست کے خلاف مقدمہ نہیں ہو سکتا جیسے سڑک ٹوٹے ہونے کی وجہ سے ایکسیڈنٹ ہو گیا، لیکن خود ریاست نے اس کی اجازت دی ہو تو آسکتے ہیں۔

7. گواہ کو استثناء:

یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات گواہ کو اس کے آپنے جرم سے رعایت دے دی جاتی ہے تاکہ وہ کسی بڑے گروہ یا سنگین مجرم کے خلاف گواہی دے۔

8. خود نجی استثناء:

یہ ہر شہری کا بنیادی حق ہے کہ کسی بھی شخص کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنے ہی خلاف گواہی دے، جیسے پولیس تفتیش کے دوران آپ کو خاموش رہنے کا حق حاصل ہے تاکہ آپ کی کہی ہوئی بات پر آپ کو سزا نہ ہو سکے، پاکستان کے آئینی آرٹیکل 13 میں یہی بات لکھی ہے۔

9. خیراتی اور مذہبی اداروں کو استثناء:

یوں بہت سے ملکوں میں فلاحی اداروں، مساجد، چرچوں کو بعض قانونی ذمہ داریوں اور ٹیکسوں سے چھوٹ حاصل ہوتی ہے۔

بہر حال ہم مزید تتبع کریں تو استثناء کی اور بہت سی قسمیں نکل سکتی ہیں، لیکن فی الحال معروف واضح یہی تھیں نیز ہماری بحث پہلی قسم سے ہے البتہ ضمناً دوسری اقسام پر بھی روشنی ڈالیں گے، نیز ہر ایک قسم قابل تفصیل ہے جس کو مفصل ایک آرٹیکل میں بیان کرنا ممکن ہے البتہ پہلی قسم کی تفصیل کی وضاحت سے دیگر اقسام کے بارے میں بھی شدبد ہو جائے گی اور معلومات ہو جائیں گی۔

استثناء کی ضرورت اور اہمیت اور ان سے انحراف کے مظاہر

واضح رہے کہ استثناء کا تصور ہمیشہ غلط ہی مطلب میں استعمال نہیں ہوتا یعنی عدل کے خلاف، بلکہ اس کے بہت سے مثبت مقاصد بھی ہیں۔ اگرچہ دور حاضر کے لوگ استثناء کا استعمال غلط طریقے سے اور خلاف شریعت کر رہے ہیں خاص کر حکومتیں، جیسے پاکستانی ریاست لیکن اولاً ہم اس کے مثبت مقاصد بیان کریں گے جس سے جائز اور شریعت کے مطابق استثناء کی ضرورت اور اہمیت اجاگر ہوگی، چنانچہ شریعت اسلامیہ میں استثناء کا تصور کسی کو قانون سے بڑا بنانے کے لیے نہیں بلکہ عدل اور رحمت کے توازن کے لیے ہے، جس کی اہمیت اور ضرورت درجہ ذیل چند امور سے واضح ہو جاتی ہے۔

نرم اصول اور مکلف کے لیے آسانی کے ساتھ زندگی بسر کرنا:

شریعت اسلامیہ میں مکلف کے لیے سختی کے بجائے نرمی کا اصول استعمال کیا گیا ہے، تاکہ مکلف آسانی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے(لا يكلف الله نفسا الا وسعها)[10] اللہ کسی ذات کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

چنانچہ مکلف کو زندگی کے مختلف شعبوں میں مخصوص رعایت دی جاتی ہے تاکہ اس کے لیے آسانیاں پیدا کی جائیں جیسے نماز روزے وغیرہ میں تخفیف (سفر وغیرہ کی حالت میں) کا تصور ہے، انہی احکامات میں بھی ضرورت کے تحت استثناء ملتا ہے جیسے ماقبل میں حدیث ذکر کی کہ قحط کے زمانے میں ہاتھ نہ کاٹنا اب دیکھئے یہاں نرمی کے لیے استثناء دیا گیا ہے۔

مصلحت عامہ اور تحفظ نظام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت نے مفلسی کی وجہ سے چوری کرنے کی وجہ سے کسی کا ہاتھ نہیں کاٹا، کیونکہ شریعت کے تابع استثناء معلوم تھا کہ آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے، پھر ایک کو یہ سزا دیتے تو سب کو دینی پڑتی لہٰذا اس سزا کے بجائے لوگوں کی بقاء اور اجتماعی مصلحت زیادہ اہم تھی۔

بین الاقوامی سفارتی اصول کی پاسداری:

نبی کریم ﷺ کے پاس مسیلمہ کذاب کے قاصد آئے لیکن آپ ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا حالانکہ مرتد تھے کیونکہ آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ اگر قاصد کو قتل نہ کرنے کی روایت نہ ہوتی تو میں تم دونوں کی گردنیں مار دیتا[11] اب دیکھیں یہاں ان دونوں کو سفارتی اصولوں کی وجہ سے استثناء مل گیا اور آپ ﷺ نے اس استثناء کی رعایت کی۔

انسانی جان کی حرمت کا تحفظ:

ہم نے شریعت میں ایسے احکام دیکھے ہیں جو معمولی سے شک کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں جیسے قصاص وغیرہ اب دیکھئے حالانکہ صرف شک ہوا تھا اور فیصلہ یقین سے ثابت ہوا تھا لیکن پھر بھی اس کی سزا صاف معاف ہو رہی ہے صرف ایک معمولی سے شک سے بچانا اتنی بڑی سزا سے یہ بھی استثناء نہیں تو اور کیا ہے اگرچہ اس بات کو ہم احتیاط پر مبنی قرار دیتے ہیں۔

غیر مسلم شہریوں سے تحفظ کے لیے فوجی خدمات نہ لینا:

اگرچہ مسلمان ذمیوں وغیرہ کو دارالاسلام میں تمام حقوق مہیا کرتے ہیں لیکن مخصوص حالات میں استثناء کیا جاتا ہے جیسا کہ اسلامی ریاست میں تحفظ کے لیے غیر مسلم ذمی کو فوجی خدمات سے استثناء حاصل ہے۔

یہاں تک کہ آپ نے بہت سے امور دیکھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ استثناء کا مقصد کوئی قانون سے بالاتر ہونا یا غلط مطلب یا خلاف شرع مطلب میں استعمال نہیں اور ماقبل چند امور میں آپ نے دیکھا کہ کس طرح استثناء مثبت مقاصد کے لئے استعمال ہوا جہاں ضرورت بھی تھی

اور شریعت کے موافق بھی تھا۔ لہٰذا ما قبل امور سے استثناء کا ثبوت بھی واضح ہو گیا اور ساتھ ہی ضرورت اور اہمیت بھی آشکارہ ہو گئی کہ کتنے ہی ایسے احکامات ہیں جہاں استثناء خود شریعت نے دیا ہے۔

استثناء سے انحراف کے مظاہر:

موجودہ دور میں استثناء کو اس کے اصل شرعی مقصد سے ہٹا کر غلط مقاصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہے، حتی کہ استثناء کے معاملے کو اتنا زیادہ بدنام کر دیا کہ اب عوام کی زبان پر دیکھا جاتا ہے یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں استثناء ہے ہی نہیں، حالانکہ ایسا نہیں آپ نے ما قبل میں بہت سی مثالیں دیکھیں جہاں خود اسلام نے استثناء دیا، ہاں اتنا ضرور ہے جیسا کہ آج کل لوگ استثناء خلاف شرع لے رہے ہیں وہ اسلام میں نہیں چنانچہ شریعت کے سامنے حاکم محکوم برابر ہیں جبکہ ہم دور حاضر میں دیکھتے ہیں تو حکمران اور اعلیٰ عہدے داران کے لیے استثناء ایک مستقل امتیاز بن گیا ہے حالانکہ یہ استثناء سے انحراف ہے اور آپ نے ما قبل میں دیکھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا کہ ہم ایک ایسے بادشاہ کی رعایا ہیں جو خود کو کسی بات میں ترجیح نہیں دیتا اور اب حال یہ ہے کہ سب سے پہلے آپنے آپ کو ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مسلم امہ کے حکمران اور اعلیٰ عہدے داران ان اعزازات کو آپنے لیے اعزاز سمجھتے جو ہمارے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ نے آپنائے یعنی دوسروں کو ترجیح دینا، سادگی اختیار کرنا وغیرہ وغیرہ، جبکہ افسوس کا مقام ہے ان اعزازات کو آپنے لیے اعزاز سمجھ رہے ہیں جو کفار کے ہاں اعزاز سمجھا جاتا ہے، اسی طرح بہت سے لوگ احتساب سے بچنے کے لیے کرپشن کرنے کے لیے ذاتی جرائم کو چھپانے کے لیے استثناء لیتے ہیں جو کہ خلاف شرع اور حرام استثناء ہے۔

اب دور حاضر میں حالت تو یہ ہو گئی ہے کہ استثناء انتظامی ضرورت کے بجائے شخصی عظمت بن چکا ہے اور حکمرانوں کے لیے فخر وغرور پیدا ہونے کا ذریعہ بن چکا ہے، حالانکہ آپ نے ما قبل دیکھا کہ حضرت معاذ کا ارشاد کہ ہمارے حکمران تو غرور تکبر نہیں کرتے تھے لہٰذا ہمارے حکمران اور عہد داران کو چاہیے کہ وہ ان صفات کو اپنانے کی کوشش کریں جو ہمارے نبی ﷺ اور صحابہ نے اختیار کی تھی اور اس کو اعزاز سمجھے۔ بہر حال شریعت کی روشنی میں استثناء عارضی رعایت ہے مستقل مراعات نہیں، یہ وہاں تک جائز ہے جہاں یہ عدل میں مدد کرے اور وہاں یہ انحراف بن جاتا ہے جہاں یہ ظلم یا کرپشن کو تحفظ دے۔

مختلف ممالک میں اعلیٰ عہدیداروں کو حاصل استثناء کی تفصیل

استثناء ایک ایسی قانون ڈھال ہے جو مختلف ممالک میں مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے جہاں مغربی جمہوریتوں میں یہ سلسلہ آئینی حدود اور عدالتی نظائر سے مشروط ہے وہاں کئی غیر مغربی اور بادشاہی نظاموں میں یہ تحفظ تاحیات اور لامحدود شکل اختیار کر لیتا ہے۔

زیر نظر بحث میں ہم آٹھ ممالک کے قوانین کی روشنی میں استثناء کا تفصیلی جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ کن کن ممالک میں استثناء کے حوالے سے کیا تفصیل ہے۔

(1) متحدہ امریکہ (USA):

امریکہ میں صدر کو اپنے تمام سرکاری افعال پر مطلق تحفظ ہے تاکہ وہ عدالتی دباؤ کے بغیر فیصلے کر سکے، اگرچہ نجی کاموں پر مقدمہ چل سکتا ہے لیکن صدارتی اختیارات کے دائرے میں کیے گئے کاموں کو کسی بھی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔[12]

(2) برطانیہ (United kingdom):

برطانیہ میں بادشاہ کی ذات کو قانون سے بالاتر مانا جاتا ہے(The King can do no worng)کے تحت بادشاہ پر نہ کوئی پولیس پرچہ کاٹ سکتی ہے اور نہ ہی کوئی عدالتی کاروائی کی جاسکتی ہے، نیز ملکہ کو بھی بہت سے تحفظات حاصل ہوتے ہیں یہ دنیا میں **مطلق استثناء** کی سب سے قدیم مثال ہے۔[13]

(3)فرانس(France):

فرانسیسی صدر جب تک اپنے عہدے پر فائض ہے اسے ایک آہنی ڈھال حاصل ہوتی ہے اسے نہ گرفتار کیا جاسکتا ہے، نہ ہی تلاشی لے جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی مقدمے میں گواہی کے لیے مجبور کیا جاسکتا ہے، یہ تحفظ صدر کو نجی زندگی پر بھی ملتا ہے[14]

(4)روس(Russia):

روس میں صدر کو حاصل استثناء تاحیات ہے یعنی پیوٹن یا کوئی بھی صدر ریٹائر ہو گا تو اس کے بعد بھی اسے ان کاموں پر کبھی گرفت نہیں کی جاسکے گی جو اس نے دور اقتدار میں کیے ہیں اس کی جائیداد اور خاندان کو بھی مخصوص تحفظ ملتا ہے یہ **مطلق استثناء** سابق صدور کو بھی تاحیات حاصل ہو گا[15]

(5)سعودی عرب (Saudi Arabia):

سعودی عرب میں بادشاہ کا مقام سب سے بلند ہے اور اسے حاصل استثناء کسی بھی انسانی عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر ہے، بادشاہ کا حکم ہی قانون ہے اس لیے اسے کسی بھی فورم پر جواب دہ نہیں ٹھہرایا جاسکتا، صدر کے علاوہ یہ **مطلق** تحفظ ولی عہد(Crown prince)کو بھی حاصل ہوتا ہے[16]

6.وینزویلا(Venezuela):

وینزویلا میں صدر نے اپنے اختیارات کو اتنا وسیع کر لیا ہے کہ وہاں کی سپریم کورٹ بھی ان کے خلاف کوئی حکم جاری نہیں کر سکتی، غرض عدلیہ مکمل طور پر صدر کے زیر اثر ہے صدر کے علاوہ اعلیٰ فوجی جرنیل کو بھی صدر کے خصوصی حکم کے تحت استثناء حاصل ہے[17]

7.چین(China):

چین میں صدر کا استثناء کیمونسٹ پارٹی کے آئینی ڈھانچے میں چھپا ہوا ہے چونکہ صدر ہی فوج اور پارٹی کا سربراہ ہے، اس لیے کوئی بھی ملکی قانون یا عدالت اس پر گرفت نہیں کر سکتی صدر کے علاوہ یہ تحفظ کیمونسٹ پارٹی کے اراکین کو بھی حاصل ہے۔[18]

8.شمالی کوریا(North Korea):

شمالی کوریا میں سربراہ کی ذات کو مقدس سمجھا جاتا ہے، وہاں قانون نام کی کوئی ایسی چیز نہیں جو سربراہ کو جواب دہ بنا سکے یہ دنیا کا واحد ملک ہے جہاں استثناء قانون سے زیادہ نظریاتی درجہ رکھتا ہے۔[19]

حاصل کلام یہ ہوا کہ دنیا کے مختلف نظاموں میں صدر، بادشاہ یا سپریم لیڈر کو دیا گیا استثناء انہیں ایک ایسی قانونی ڈھال فراہم کرتا ہے جو خلاف شریعت تو ہے ہی لیکن ان کو عام شہریوں سے ممتاز بناتا ہے، نیز مختلف ممالک کی یہ دستوری فضیلت اس نتیجے کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مطلق استثناء طاقتور سیاسی ہتھیار ہے جو ریاست کے اعلیٰ عہدے داروں کو عدالتی جواب دہی سے بالاتر رکھتا ہے۔

دستورِ پاکستان میں مطلق استثناء کا تصور، آرٹیکل 248 اور حالیہ قانونی ترامیم کا تفصیلی مطالعہ

یہاں سے ہم درج ذیل چیزوں کے بارے میں معلومات جانیں گے

1. اول یہ کہ آرٹیکل 248 ہے کیا؟

2. اور اس میں کن لوگوں کو کس حد تک تحفظات دیئے گئے ہیں؟
3. کیا یہ آرٹیکل 248 پاکستان میں موجود قانون میں سے ہی کسی آرٹیکل کے خلاف ہے؟
4. اس آرٹیکل 248 میں کیا کیا ترامیم کی گئیں؟
5. 27ویں ترمیم نے اس آرٹیکل میں کیا تبدیلی کی؟
6. فوجی افسران کو کیا تحفظات دیئے گئے اور کس دفعہ میں ترمیم کے ذریعے دیئے گئے؟
7. کیا یہ استثناء دینا اعلیٰ عہدے داران کو شریعت کی رو سے جائز ہے؟ چنانچہ ہم تمام مقدمات کو ترتیب سے حل کریں گے۔

آرٹیکل 248 ہے کیا اور اس میں کن کن لوگوں کو کس حد تک تحفظات دیئے گئے ہیں؟؟

آرٹیکل 248 کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

کلاز 1: صدر، وزیر اعظم، گورنر اور وزراء اپنے اختیارات کے استعمال اور فرائض کی انجام دہی میں کیے گئے کسی بھی کام کے لیے کسی بھی عدالت کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں گے۔

کلاز 2: (فوجداری تحفظ صرف صدر اور گورنر) جب تک صدر یا گورنر اپنے عہدے پر فائز ہیں ان کے خلاف کوئی بھی فوجداری مقدمہ نہ تو شروع کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی جاری رکھا جاسکتا ہے۔

کلاز 3: (گرفتاری پر پابندی) صدر یا گورنر کو ان کے عہدے کے دوران نہ تو گرفتار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی قید کیا جاسکتا ہے۔

کلاز 4: (دیوانی مقدمات) Civil cares صدر یا گورنر کے خلاف ان کے ذاتی فعل پر دیوانی مقدمہ دائر کرنے کے لیے دوماہ کا قبل از وقت نوٹس دینا لازمی ہے۔ یہ تو آرٹیکل 248 کی وضاحت ہوئی، ویسے تو آرٹیکل واضح ہے معلوم چل رہا ہے کہ کس کو کس حد تک تحفظ دیا گیا اور کیا دیا گیا ہے؟ لیکن پھر بھی وضاحت کی غرض سے صدر اور گورنر کو حاصل استثناء اور وزراء کے استثناء میں فرق کی وضاحت کر دی جاتی ہے۔[20]

1. صدر اور گورنر جب تک اپنے عہدے پر ہیں ان کے خلاف نہ تو کوئی فوجداری مقدمہ چل سکتا ہے اور نہ انہیں کسی جرم میں گرفتار یا قید کیا جاسکتا ہے، برخلاف وزیر اعظم اور وزراء کے ان کو کوئی صدر اور گورنر کی طرح استثناء نہیں، لہٰذا ان پر اگر کوئی مجرمانہ الزام ہو تو ان کے خلاف مقدمہ بھی چل سکتا ہے اور انہیں گرفتار بھی کیا جاسکتا ہے۔
2. صدر اور گورنر ان کے کسی ذاتی فعل پر دیوانی مقدمہ دائر کرنے کے لیے قانون دوماہ کا پیشگی نوٹس دینا لازمی ہے جبکہ وزیر اعظم اور گورنر کو کوئی خاص ریلیف یا پیشگی نوٹس کا لازمی استحقاق حاصل نہیں ہے وہ عام شہری کی طرح عدالت میں طلب کیے جاسکتے ہیں۔
3. صدر اور گورنر اپنے کسی بھی سرکاری ذاتی عمل کے لیے کسی بھی عدالت کے سامنے جوابدہ نہیں ہیں، ان کے برخلاف وزیر اعظم اور وزراء یہ صرف ان کاموں کے لیے جواب دہ نہیں ہے جو انہوں نے اپنے سرکاری فرائض کی انجام دہی میں کیے ہیں اگر ان کا کوئی عمل ان کے دائرہ اختیار سے باہر ہے تو عدالت انہیں طلب کر سکتی ہے۔

کیا یہ آرٹیکل 248 پاکستان میں ہی موجود کسی آرٹیکل کے خلاف آرٹیکل ہے؟

یہ آرٹیکل 248 نہ صرف آرٹیکل 25 آرٹیکل 27 کے خلاف ہے بلکہ 1951ء میں جب 31 علماء نے 22 متفقہ نکات دیئے تھے تو انہوں نے صدر پاکستان کے استثناء کو خلاف شرع قرار دیا تھا لیکن جب 1973 میں پاکستان کا پہلا دستور بنا تو اس میں یہ شق موجود تھی جو علماء کے بائیس نکات کے خلاف تھی۔، صدر ضیاء الحق کے دور میں اس شق کو خلافِ اسلام قرار دینے کی کوشش کی گئی لیکن ہمارے صدر حضرات اس تحفظ

کو اپنی مجبوری سمجھتے ہیں لہٰذا یہ معاملہ لٹکارہ گیا یہ دفعہ 248 دفعہ 27 کے خلاف ایسے ہیں کہ دفعہ 227 میں یہ بات موجود ہے کہ کوئی قانون خلافِ اسلام نہیں بنے گا جبکہ دفعہ 248 صریح اسلام کے خلاف ہے۔ باقی دفعہ 248 دفعہ 25 کے خلاف ایسے ہیں کہ دفعہ 25 میں تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں حالانکہ دفعہ 248 میں صدر وزراء وغیرہ کو عام شہریوں سے بالا تحفظ دیا جاتا ہے لیکن سپریم کورٹ کا اس تضاد پر کہنا ہے کہ تحفظ شخص کو نہیں بلکہ عہدے کو حاصل ہے اور استثناء صرف سرکاری کاموں تک حاصل ہے لیکن یہ واضح اسلام کے خلاف ہے کیونکہ دور نبوی ہو یا اس کے بعد کا اسلامی دور کہیں بھی منصب کو تحفظ نہیں دیا گیا اور سرکاری کام کی بھی باز پرس ہوئی ہے۔

آرٹیکل 248 میں کیا کیا تبدیلیاں کیں؟؟؟

دستور پاکستان کے آرٹیکل 248 کی اصل عبارت text 3 میں 1973 سے اب تک کوئی براہ راست آئینی ترمیم نہیں کی گئی البتہ اعلیٰ عہدے داران کو حاصل استثناء کے اثر اور طاقت کو درج ذیل قوانین میں ترمیم کے ذریعے عملی طور پر تبدیل کیا گیا ہے۔

1. نیب ترمیمی ایکٹ (2022-2023):

اس ترمیم نے آرٹیکل 248 کے تحت حاصل تحفظ کو بالواسطہ طور پر وسیع کر دیا ہے۔ تبدیلی یہ کی گئی کہ وفاقی کابینہ اور وزیر اعظم کے پالیسی فیصلوں کو سب کے دائرہ اختیار سے باہر نکال دیا گیا لہٰذا وزیر اعظم یا وزرا کسی بھی سرکاری فیصلے پر نیب اس وقت تک کاروائی نہیں کر سکتا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس سے براہ راست مالی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

2. پاکستان آرمی ترمیمی ایکٹ (2023):

اگرچہ عسکری قیادت آرٹیکل 248 کے دائرے میں نہیں آتی مگر اس قانون نے انہیں بھی مطلق استثناء جیسی سہولت فراہم کر دی ہے چنانچہ عسکری حکام کے سرکاری فرائض کے دوران کئے گئے اقدامات کو قانونی تحفظ دیا گیا اور ان پر تنقید کو جرم قرار دیا۔ اس ترمیم نے عسکری قیادت کو بھی سول جوابدہی سے عملاً آزاد کر دیا غرض یہ ہے کہ آرٹیکل 248 کا ڈھانچہ وہی ہے لیکن نیب اور آرمی ایکٹ میں ترامیم نے اعلیٰ عہدے داروں کے گرد قانونی تحفظ کا گھیرا پہلے سے زیادہ مضبوط اور وسیع کر دیا ہے۔

27 ویں ترمیم میں اس آرٹیکل میں کیا تبدیلی کی گئی؟ فوجی افسران کو کیا تحفظ دیے گئے؟ اور کن دفعات میں تبدیلی کے ذریعے دیے گئے؟؟؟

27 ویں ترمیم کے ذریعے تحفظ کو ختم کرنے کے بجائے مزید وسعت دے دی گئی ہے آرٹیکل 248 میں صدر کو جہاں یہ اختیار تھا کہ اس کو عہدے کے دوران تحفظ تھا وہاں اب یہ تحفظ صدر مملکت ہونے کے دوران نہیں بلکہ صدارت ختم ہونے کے بعد تاحیات باقی رہے گا اور زندگی بھر اس کے خلاف کسی بھی جرم میں کوئی کاروائی نہیں ہو سکے گی۔ یہ تحفظ جس طرح صدر مملکت کو کیا گیا اسی طرح دفعہ 243 میں ترمیم کے ذریعے فیلڈ مارشل، مارشل آف دی ایئر فورس اور ایڈمرل آف دی فلیٹ کو بھی تحفظ دیا گیا ہے کہ ان کے خلاف تاحیات کسی جرم کی کوئی کاروائی نہیں ہو سکے گی۔[21]

کیا یہ استثناء دینا اعلیٰ عہدیداران کو شریعت کی رو سے جائز ہے؟؟

اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں: ایک اجمالی اور ایک تفصیلی۔

تفصیلی جواب میں ہم دیکھیں گے قرآن کی آیت، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین کا دور، استثناء کے مسئلے کے تناظر میں پوری تفصیل کے ساتھ اجمالی جواب تو مختصر اًیہ ہے کہ "اسلامی قانون عدل میں اس طرح کے مطلق استثناء کی کوئی گنجائش نہیں ہے. شریعت کے مطابق حاکم اور محکوم دونوں اللہ کے سامنے برابر ہیں لہٰذا یہ تحفظ دینا اسلامی اصول مساوات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، خلفائے راشدین

کی قائم کردہ روایات کے منافی ہے۔یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں کئی بار یہ بحث اٹھی ہے کہ یہ کیا آرٹیکل 248 قرآن وسنت کے مطابق ہے،اب ہم قرآن کی آیت، حدیث، خلفاء راشدین کے دور سے ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جو ملنے والے استثناء کے خلاف ہیں۔

استثناء کا مسئلہ قرآنی آیات کی روشنی میں

اب ہم یہاں سے یہ واضح کریں گے کہ یہ استثناء اور تحفظ جو پاکستان میں اعلیٰ عہدے داران کو دیا گیا کس طرح یہ قرآنی اصولوں سے متصادم ہے، چنانچہ ذیل میں چند آیات پیش کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قانون سب کے لیے یکساں ہے، قانونی بالادستی کسی کے لیے بھی نہیں ہے چنانچہ قرآن کریم میں آیت ہے

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ سورۃالنساء آیت 58[22]

ترجمہ (مسلمانو) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو[23]

اب دیکھئے اس آیت میں دو باتیں ہیں: ایک امانتوں کی ادائیگی جس میں اقتدار اور عہدہ بھی بڑی امانت ہے، دوسرا عدل کرنے کا حکم ہے اب جو لوگوں کے درمیان عدل کا حکم ہے وہ عام جیسا کہ الناس سے واضح ہے اس میں کوئی استثناء موجود نہیں کہ عام لوگوں کے لیے عدل کے پیمانے مختلف ہوں اور حکمرانوں کے لیے مختلف، اسی طرح سورہ نحل کی آیت "ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان "میں بھی بلا تفریق عدل کا حکم دیا گیا دیکھیے دفعہ 248 حاکم کو عدالت کے سامنے پیش ہونے سے روکتا ہے جبکہ یہ آیت حاکم کو پابند کرتی ہے کہ وہ عدل کے قیام کے لیے ہر حال میں قانون کا پابند رہے۔(سورۃالنساء 135)[24]

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُہَدَآءَ لِلّٰہِ وَ لَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (سورۃنساء آیت 135)

اب دیکھیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے بنو، اللہ کے لیے گواہی دیتے ہوئے خواہ وہ تمہاری اپنی ذات کے خلاف ہو یا تمہارے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف، یہ آیت بھی استثناء جو عہدداران کو دیا جارہا ہے اس کے خلاف بڑی دلیل ہے کیونکہ قرآن حاکم یا فرد کو اپنی ذات کے خلاف بھی عدل کا حکم دے رہا ہے تو آرٹیکل 248 کا تحفظ اس آیت کے واضح خلاف ہوا کیونکہ اسلام میں شخصیت قانون سے بڑی نہیں ہو سکتی۔

اعدلو هو اقرب للتقوى (مائدہ:8)[25]

اب دیکھیے یہاں عدل کو تقویٰ کی بنیاد بتایا گیا ہے دفعہ 248 میں تحفظ دینا یہ نہ صرف عدل کے خلاف ہے بلکہ تقویٰ کے بھی خلاف ہے۔

وان احكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم (مائدہ:69)[26]

اب دیکھیں اس آیت میں واضح بتایا جارہا ہے کہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ اب دفعہ 248 کے تحت تحفظ حاصل کرنا اور سعت دینا یا اعلیٰ عہدے داران کی خواہشات کی پیروی نہیں تو اور کیا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو قرآن نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یا داؤد انا جعلناک خليفة فی الارض فاحكم بين الناس بالحق (سورۃص:26)[27]

یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ نبی اور بادشاہ بھی قانون الٰہی کے پابند ہیں ان کو کوئی ذاتی رعایت نہیں۔

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں حتی کہ سپریم کورٹ بھی کہ ان حضرات پر ذمہ داریاں ہیں اور یہ معزز ہیں ان کے اعلیٰ منصب ہیں اس وجہ سے تحفظ دیا گیا ہے، قرآن میں آیت ہے تلک الرسل فضلنا بعضهم على بعض۔۔الخ [28] یعنی ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے لیکن فضیلت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کو قانون سے بالا دستی حاصل ہو جائے گی کیونکہ خالق کا قانون سب پر برابر سطح پر نافذ ہوگا۔ اسلام میں فضیلت و مراتب کا تحفظ تو موجود ہے لیکن جرم کا تحفظ بالکل نہیں۔

استثناء کا مسئلہ: عہد نبوی ﷺ اور حدیث کی روشنی میں

اب ہم یہاں سے واضح کریں گے کہ یہ استثناء اور تحفظ جو پاکستان میں اعلیٰ عہد داران کو دیا جارہا ہے اس کی نہ تو عہد نبوی میں کوئی مثال ملتی ہے بلکہ اس کے برخلاف آثار و اقوال ملتے ہیں، نیز یہ استثناء احادیث کے بھی متصادم ہے۔

عن عَائِشَةُ رضي الله عنها " أَنَّ قُرَيْشا أَهَمَّهُم شَأن المَخْزُومِيَّة التي سَرَقَتْ۔۔الخ(صحیح البخاری 3475, صحیح مسلم 1688) [29] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قبیلہ قریش ایک مخزومی عورت کے معاملے میں پریشان تھے عورت نے چوری کی تھی ،رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں کوئی صاحب حیثیت چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے، خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹتا۔ اب دیکھیے اس حدیث میں آپ ﷺ نے معزز اور ضعیف کے درمیان تفریق کو ہلاکت کا سبب قرار دیا اور دوسری طرف دفعہ 248 ایک طبقہ پیدا کرتی ہے جسے صاحبِ حیثیت ہونے کی بناپر قانون سے تحفظ ملتا ہے جو کہ حدیث کے واضح خلاف ہے، کیونکہ حدیث میں بادشاہ کی بیٹی اور عام شہری کو برابر قرار دیا ہے۔

مسند احمد اور طبرانی میں یہ حدیث ہے کہ وصال سے قبل آپ ﷺ نے صحابہ کے مجمع میں اعلان فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ "جس کسی کی پیٹھ پر میں نے کوڑا مارا ہو یہ میری پیٹھ حاضر ہے وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔ جس کا میں نے مال لیا ہو یہ میرا مال حاضر ہے وہ لے لے" [30] اب دیکھیں جو ریاستِ مدینہ کے سربراہ ہیں، دونوں جہانوں کے لیے سراپا رحمت ہیں، معصوم عن الخطاہیں وہ خود عام شہریوں کے سامنے اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کر رہے ہیں۔ تو ان کے مقابلے میں معمولی سے بھی معمولی عہدے داروں کی کیا حیثیت جو عدالت میں جواب دہی سے انکار کریں۔

حدیث ہے کہ جس بندے کو اللہ نے کسی رعایا کا حاکم بنایا اور وہ اس حال میں مرا کہ اس نے اپنی رائے کے ساتھ دھوکہ کیا (یعنی خیانت کی ہو) تو اللہ اس پر جنت حرام کردے گا (بخاری 7150) [31] اب دیکھیے دھوکے کا معلوم کب چلے گا واضح طور پر جب عدالت میں پیش ہوگا یہاں حکمران عدالت کی جواب دہی کے ہی منکر ہیں لہٰذا معلوم چلا کہ اعلیٰ عہدے داران کو استثناء دینا یہ تعلیماتِ نبویہ اور احادیث نبوی کے بھی خلاف ہے، نیز اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ عہدہ داران کے لیے استثناء درست نہیں چنانچہ آپ اگر دور نبوی میں حدود اور قصاص ہی کو دیکھ لیجیے تو معلوم ہوگا کہ حدود و قصاص کی احادیث میں واضح ہے کہ کتنے صحابہ کو رجم کیا، کتنوں کو حد لگی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ کے وہ برگزیدہ بندے قانون سے مستثنیٰ نہیں۔

استثناء کا مسئلہ خلافت راشدہ کے دور میں

اگر ہم خلفائے راشدین کے دور کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی خلیفہ نے استثناء نام کی کوئی چیز نہیں لی اور نہ ہی کسی قسم کا تحفظ حاصل کیا، حالانکہ خلفاء راشدین کا مقام موجودہ دور کے حکمرانوں سے بہت بلند تھا کیونکہ خلیفہ راشد دینی سربراہ ہونے کے ساتھ پوری ملت اسلامیہ کا سیاسی حاکم ہوتا ہے نہ کہ کسی خطہ کا سربراہ، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اللہ کے دین پر قائم رہوں تو درست ہے اور اگر اس میں کجی اختیار کروں تو تم مسلمانوں کا فرض ہے کہ اپنی تلواروں کے ساتھ مجھے سیدھا کر دینا اور اللہ کی شریعت پر مجھے چلانا

کیونکہ اللہ کی شریعت پر چل کر ہی میرا یہ حق پہنچتا ہے کہ تمہیں اللہ کی شریعت کی بات کہوں۔[32] اب دیکھیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خطبہ موجودہ دور کے ملنے والے تحفظ سے کتنا منافی ہے۔اسی طرح سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ پڑھانے کے لیے جارہے تھے کہ راستے میں مدینہ منورہ کی گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک پرنالے کے پاس سے آپ کا گزر ہوا جو نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے اوپر لگا ہوا تھا پرنالے سے گندا پانی گر رہا تھا جب آپ اس کے پاس سے گزرے تو گندے پانی کے چھینٹے ان پر پڑے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ہٹوانے کا حکم دیا کیونکہ گزرنے والوں کا حق متاثر کر رہا تھا چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی، جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس پرنالے کو اس مقام پر نبی ﷺ نے نصب کروایا تھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنجیدہ ہوگئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عباس تم لازماً میری کمر پر چڑھ کر اس پرنالے کو وہیں نصب کر دو جہاں یہ رکھا گیا تھا چنانچہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔[33] اسی طرح حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور کا ایک اور واقعہ ملتا ہے کہ جب آپ خلیفہ تھے کسی معاملے میں ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہو گیا عمر رضی اللہ عنہ نے خود فیصلہ کرنے کے بجائے زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پیش ہوئے ابی ابن کعب مدعی تھے امیر المومنین مدعا علیہ تھے ابی ابن کعب نے دعویٰ پیش کیا اور دلیل پیش کی اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لازم تھا کہ وہ دلیل سے رد کرتے یا قسم کھاتے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے قسم کا مطالبہ نہیں کیا اور انکار ہی کو کافی جانا احترام کے پیش نظر، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور خود قسم کھائی اور زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اس وقت تک منصبِ قضا کے لائق نہیں ہو سکتے جب تک خلیفہ اور عام مسلمان تمہارے نزدیک برابر نہ ہو جائیں۔[34]

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا باغیوں نے جب محاصرہ کیا تو مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ان کو چند اختیارات دیئے جن میں سے ایک باغیوں کے خلاف لڑنے کا بھی تھا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ میں اس امت میں سب سے پہلے خون بہانے والا نہیں بنوں گا[35] اب دیکھئے استثناء تو دور کی بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں سے بدلہ تک نہیں لے رہے، غرض اسی طرح ہمارے خلفاء ہیں جو لوگوں کی رعایت کرتے خود کو ترجیح نہیں دیتے عدالت میں خود کو پیش کرتے ہیں، عدل کرتے ہیں، جو دفعہ 248 کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اس میں حاکم کو طلب کرنے پر ہی پابندی ہے۔اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک یہودی کا مقدمہ بھی مشہور ہے جس میں عدل کی انتہاء تھی چنانچہ نبی کریم ﷺ کے فرمان "اقضاھم علی" (تم میں سب سے بہترین فیصلہ کرنے والے علی ہیں) کے مصداق حضرت علی جنہوں نے اپنے دور خلافت میں عدل کی وہ مثال قائم کی جو دفعہ 248 کے تصور استثناء کو جڑ سے ختم کر دیتی ہے، واقعہ کا لب لباب یہ ہے کہ امیر المومنین اپنی گمشدہ زرہ کا مقدمہ لے کر قاضی شریح کی عدالت میں ایک عام مدعی کی طرح پیش ہوئے، قاضی نے ضابطہ شرعی کے تحت گواہ طلب کئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادگان حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی گواہی پیش کی جسے قاضی شریح نے فقہی اصول کی بنیاد پر مسترد کر دیا کہ باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی قبول نہیں ہوتی، خلیفہ وقت نے اس فیصلے کو سرخم تسلیم کرتے ہوئے قبول کیا اور اپنے منصب کا کوئی امتیاز یا استثناء استعمال نہیں کیا[36]

مذکورہ بالا قرآنی آیات، اسوہ رسول ﷺ، احادیث مبارکہ، خلفاء راشدین کے تعامل سے یہ علمی حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اسلام میں قانون کی حکمرانی کے سامنے کسی بھی عہدہ دار کو کوئی مطلق استثناء حاصل نہیں۔ لہٰذا دستورِ پاکستان کا آرٹیکل 248 اپنی موجودہ شکل میں اسلامی نظریہ عدل کے بنیادی تصور مساوات سے متصادم ہے۔

استثناء کے مسئلے میں علماء کرام کا مؤقف، نیز دور حاضر میں حکومت کے حامی اور غیر حامی علماء کا استثناء پر مؤقف!

بالعموم استثناء کا کوئی فقہی عالم بھی قائل نہیں، چنانچہ ہم چند قدیم علماء کی آراء پیش کرتے ہیں استثناء کے مسئلہ پر، پھر معاصر علماء کی آراء

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ السیاسۃ الشرعیۃ[37] میں فرماتے ہیں "لیس لاحد ان یخرج من العدل بحجة الولایة او السلطان" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ ولایت یا اقتدار کا بہانہ بنا کر عدل سے باہر نکل جائے یعنی کوئی بھی حکمران یا صاحب منصب یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ چونکہ وہ اقتدار میں ہے اس لیے وہ قانون اور انصاف کا پابند نہیں۔

امام ماوردیؒ الاحکام السلطانیہ[38] میں فرماتے ہیں "الولایة وضعت لاقامة العدل لا برفع المحاسبة یعنی ولایت (حکومتی منصب) اس لیے قائم کیا گیا ہے کہ عدل قائم کیا جائے نہ کہ احتساب کو ہی ختم کر دیا جائے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حکومت یا عہدہ لینے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی جواب دہی سے آزاد ہو جائے۔

امام غزالی رحمہ اللہ المستقصی[39] میں فرماتے ہیں "المصلحة لا تکون مصلحة اذا صادمت العدل او النص یعنی کوئی بھی چیز اس وقت تک مصلحت نہیں رہتی جب تک وہ عدل یا نص سے ٹکرا جائے۔

لہٰذا واضح ہوا ہر سیاسی، حکومتی فائدہ شرعی مصلحت نہیں اور مصلحت کا معیار عدل اور نص ہے۔ لہٰذا حکمران کو قانونی تحفظ دینا، اگر ظلم کو بچانا ہو تو وہ مصلحت نہیں ہے بلکہ شرعی طور پر ناجائز ہے۔ غرض یہ کہ مذکورہ عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اقتدار یا منصب کو عدل سے ختم کرے، ظلم کو تحفظ دے یا مقصد شریعت کے منافی ہو تو وہ شرعاً باطل ہے۔

دور حاضر میں حکومت کے حامی اور غیر حامی علماء کرام کا استثناء پر مؤقف

حکومت کے حامی علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو حکومت سے جڑے ہوں یا حکومت کے عہدوں سے تعلق ہے، حکومت کے ساتھ کام کرتے ہیں، اداروں اور حکومتی انتظامیہ کے قریب ہوں اور بہت زیادہ میل جول رکھتے ہوں عوامی لوگ ان کو درباری ملا کہتے ہیں لیکن ایسا کہنا بالکل درست نہیں بلکہ تمام علماء کرام کی عزت اور احترام ضروری ہے اور اختلاف ہمیشہ احترام کے دائرہ میں رہ کر کرنا چاہیے۔ غیر حامی علماء سے مراد وہ علماء جو حکومت سے خاص میل جول نہیں رکھتے جب بھی حکومت خلاف شرع کوئی بل پاس کراتی ہے یا وہ غلط کام کرتی ہے وہ ڈٹ کر سامنے آتے ہیں البتہ حکومت کے مخالف بھی نہیں ہوتے لیکن غلط کام کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔ بہر حال موجودہ دور میں علماء کرام جو حکومت کے حامی ہیں ان میں سے چند علماء کرام جیسے علامہ طاہر اشرفی صاحب وغیرہ ہیں ان کے علاوہ بہت سے علماء کرام ہیں۔ نیز وہ علماء بھی جنہوں نے علماء کانفرنس میں فیلڈ مارشل صاحب اور وزیر اعظم صاحب کے سامنے کھل کر تعریف کی، بعض نے بیعت کرنے کا بھی دعویٰ کیا باوجود یہ کہ استثناء کا مسئلہ اپنی شدت پر تھا پھر بھی کسی نے کوئی آواز نہیں اٹھائی۔ بعد میں جب ان علماء کرام سے اس کا سوال کیا گیا تو تقریباً سب کے جواب یہی تھے کہ وقت کی قلت تھی، جس مقصد سے ہمیں بلایا گیا تھا اس کے مناسب سوال نہ تھا، لیکن جب ان علماء کرام سے استثناء کے مسئلے سے متعلق سوال کیا گیا تو سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ بالعموم استثناء جائز نہیں البتہ مفتی عبد الرحیم صاحب نے بڑی مفصل گفتگو کرتے ہوئے استثناء کے مسئلے پر ارشاد فرمایا کہ میں اس پر جواب دینے کے بجائے کچھ سوالات قائم کروں گا، ان سوالات کو ان حضرات کے سامنے پیش کریں جو فقہ الحلال والحرام کو جانتے ہوں، فقہ الواقع کو جانتے ہوں اور قانون دان بھی ہوں پھر اس پر گفتگو کریں،[40] البتہ بالعموم استثناء کا انکار مفتی صاحب بھی کرتے ہیں اور خلاف شرع مانتے ہیں۔ ان کے سوال کا لب لباب یہی تھا کہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے کتنا تحفظ ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے مل سکتا ہے کیونکہ حضرت فرماتے ہیں شریعت نے بہت سے معاملات میں استثناء دیا ہے، بہر حال حکومت کے حامی علماء کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ جو پاکستان میں اعلیٰ عہدے داران کو استثناء دیا گیا ہے ٹھیک نہیں ہے، ان کے علاوہ حکومت کے غیر حامی علماء کرام مفتی تقی عثمانی صاحب، مفتی منیب الرحمن صاحب ان کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے علماء کرام ہیں جنہوں نے کھل کر استثناء میں وسعت دیئے جانے اور تحفظ دیئے جانے پر مخالفت کی ہے مفتی تقی عثمانی صاحب نے فرمایا: کوئی بھی شخص چاہے وہ کتنے بڑے عہدے پر ہو کسی بھی وقت عدالتی کاروائی سے

بالاتر نہیں ہو سکتا، خلفاء راشدین کی مثالیں سب کو معلوم ہیں ہمارے دستور میں پہلے صدر کو صدارت کے دوران تحفظ دیا تھا اب تاحیات کر دیا جو اسلام کے خلاف ہے اور ملک کے لیے نہایت شرمناک بات ہے، بہر حال تمام علماء متفق ہیں کہ اعلیٰ عہد داران کو دیا جانے والے استثناء خلاف شرع ہے نیز یہ استثناء کا مسئلہ بانیان قوم علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح کے مؤقف کے بھی خلاف ہے کیونکہ قائد اعظم نے خود فرمایا کہ یہ بات اسلامی حکومت کے پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت کا مرجع صرف اللہ کی ذات ہے جس کے لیے تعمیل کا مرکز قرآن کے اصول اور احکام ہیں، اسی طرح علامہ اقبال کی کتاب رموز بے خودی کے نام سے شائع ہوئی اس میں ایک نظم یہ تھی کہ محمد کی شریعت کا آئین جو ہے وہ صرف قرآن ہے اور دور حاضر میں دیے جانے والا استثناء خلاف شرع ہے، لہٰذا یہ ان کے مؤقف کے بھی خلاف ہوا۔

استثناء کے منفی اثرات

1۔ قانون کے مساوات اور برابری کا خاتمہ:

جب معاشرے کے طاقتور ترین افراد کو قانون سے بالاتر کر دیا جاتا ہے تو قانون سب کے لیے برابر کا تصور ختم ہو جاتا ہے، اس سے عوام کا عدالتی نظام پر اعتماد اٹھ جاتا ہے نیز احساس محرومی کا بھی شکار ہوتے ہیں۔

2۔ احتساب کے عمل میں رکاوٹ:

مطلق استثناء کی وجہ سے مالی بدعنوانی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کی تحقیقات ممکن نہیں رہتیں، یہ استثناء ایسی ڈھال بن جاتا ہے جس کے پیچھے چھپ کر کرپشن کو تحفظ ملتا ہے۔

3۔ مجرمانہ ذہنیت کی حوصلہ افزائی:

دستوری استثناء کی موجودگی میں صاحب اقتدار افراد یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے دور حکومت میں کسی کو جواب دہ نہیں، لہٰذا یہ سوچ انہیں بے خوف کر دیتی ہے اور من مانی کے رجحان کو فروغ ملتا ہے۔

4۔ ملک کے انتظامی ڈھانچہ کا کمزور ہونا:

جب اعلیٰ حکام کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا احتساب نہیں ہو سکتا تو وہ اداروں کو میرٹ کے بجائے ذاتی وفاداریوں پر چلاتے ہیں جس سے ملک کا انتظامی ڈھانچہ کمزور ہو جاتا ہے۔

5۔ غیر ملکی سرمایہ کاری اور عالمی ساکھ پر اثر:

عالمی سرمایہ کار ایسے ممالک میں پیسہ لگانے سے ڈرتے ہیں جہاں قانون برابر نہ ہو اور استثناء کا تصور تو یہ تاثر دیتا ہے کہ یہاں طاقتور کا قانون ہے نہ کہ سب کے لیے برابری ہے۔

6۔ سیاسی انتقام کے کلچر کو فروغ:

جب حکومتی اعلیٰ عہدیداران کو استثناء مل جائے گا اور ان کو معلوم ہو گا کہ عدالت میں اب تو جواب دہی ہے ہی نہیں، تو وہ بے خوف ہو کر اپنی اپوزیشن سے بدلے لیں گے ان پر ظلم کریں گے۔

7۔ بغاوت کا خدشہ:

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی معاشرے میں انصاف بکنے لگا تو عام آدمی کے اندر غصہ جنم لیتا ہے۔ یہی غصہ آگے چل کر سماجی بدامنی اور بغاوت کی بنیاد رکھتا ہے۔

8۔ عدالتی وقار میں کمی اور بے بسی:

اعلیٰ عدالتیں کسی طاقتور شخصیت کے خلاف کاروائی کرنا چاہتی ہیں لیکن آرٹیکل 248 کی دیوار آگے آجاتی ہے، عدالت بے بس ہو جاتی ہے۔

9۔ شواہد کے ضائع ہونے کا خطرہ:

جب تک اعلیٰ عہدیدار عہدے پر رہے گا تو اس کے خلاف کاروائی نہیں کی جاسکتی یا کچھ وقت کے بعد کی جائے گی، جس سے اس کے خلاف شواہد ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

10۔ اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی:

جیسا کہ ہم نے ماقبل میں ثابت کیا استثناء کا مسئلہ قرآن وسنت اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور عدل و مساوات کے منافی ہے لہٰذا اس کو جلد از جلد ختم کرنا چاہیے۔

وینزویلا کی بربادی اور استثناء

حالیہ قریب میں تین جنوری 2026 کو امریکہ نے وینزویلا کے صدر کو اس کے گھر سے اٹھایا حالانکہ یہ ناممکن تھا کہ ایک ملک کے صدر کو اس کے کمرے سے اغواء کیا جائے، یقیناً ملک میں اور بھی کمزوریوں کے اسباب ہوں گے لیکن ایک سبب یہاں کے صدر اور اس فوج کے سربراہ کو ملنے والا استثناء بھی تھا، یہ بات مخفی نہیں کہ جب کھلی چھوٹ ملی ہوتی ہے تو عدالتی کاروائیوں سے بھی بے خوف ہوتا ہے لہٰذا اس نے اپنے آپ کو قانون سے بالاتر سمجھا اور خود بھی امریکہ کے ہاتھوں بک گیا اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی لے گیا اور ملک پر امریکہ نے قبضہ کر لیا اور ملک برباد ہو کر رہ گیا، اب دیکھیں یہ استثناء کے اثرات ہیں جہاں ایک پورا ملک، تیل، منرلز، سونا اور دیگر خزانوں کا حامل ہونے کے باوجود فروخت ہو گیا۔

اسلامی قانون میں استثناء کی حدود

اسلامی نظام عدل پر قائم ہے، جہاں قانون کی حاکمیت شخصیت کی حیثیت پر مقدم ہے، شریعت میں کسی بھی انسان کو مطلق استثناء حاصل نہیں بلکہ استثناء کی چند محدود جہات ہیں چنانچہ ان کے بارے میں یہاں دیکھا جائے گا۔

1. اسلامی ریاست کے سربراہ کو صرف اس حد تک تحفظ حاصل ہے کہ اسے تنگ کرنے والے مقدمات جیسے کوئی شخص محض سیاسی عناد کی بنا پر بغیر ثبوت کے مقدمہ کرے تو اسے قاضی ابتدائی طور پر خارج کر سکتا ہے تاکہ وہ ملکی امور کو یکسوئی سے سرانجام دے، البتہ اگر ٹھوس شواہد لے آئے تو مقدمہ دوبارہ چلے گا۔

2. وہ کام جو کسی عہدیدار نے ریاست کی بقاء، عوام کے مفاد، ترقی کے لیے انجام دیئے یا فیصلہ کرنے کے بعد میں اگر اس کے کام کرنے یا فیصلے کے خلاف توقع نتائج سامنے آئے لیکن عہدیدار نے یہ کام اور فیصلہ نیک نیتی سے کیا تھا تو اس کو تحفظ حاصل ہو گا۔ البتہ اس کی ذاتی زندگی سے جو کام تعلق رکھتے ہیں یعنی جو عہدے کی ذمہ داریوں سے باہر ہیں تو اس پر کوئی تحفظ نہیں ملے گا۔

3. اگر کوئی سربراہ کوئی چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اسی طرح قتل کی صورت میں قصاص بھی لیا جائے گا، اسی طرح اگر کسی کی طرف سے جانی یا مالی نقصان ہوا تو اسے کوئی تحفظ اور استثناء حاصل نہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ واضح ہے جب جبلہ ابن ایہم جو حکمران تھا آپ نے اس کو تھپڑ لگوایا بدوسے تھپڑ کے بدلے میں اور جب یہ عدالت گیا تو وہاں بھی اس کے ساتھ برابری کا سلوک کیا گیا۔ ماقبل میں حضرت علی اور شریح قاضی کا واقعہ ذکر کیا، اسی طرح سربراہ کے پاس بیت المال امانت ہے اس سے رعایا کو سوال کرنے کا حق بھی حاصل

ہے۔ البتہ واضح رہے کہ اگر کسی عہدیدار کی جان کا خطرہ ہو تو جان کی حفاظت کے لیے فوج یا گارڈ رکھنا یا حکومت کی طرف سے تحفظ دینا جائز ہے بشرطیکہ دشمنوں سے جان کا خطرہ اور ملک میں فتنے کا ڈر ہو نہ کہ عہدہ اور غرور و تکبر کی وجہ سے۔

بہرحال اسلامی قانون میں استثناء محض ایک انتظامی سہولت ہے نہ کہ قانونی برتری۔ شریعت حاکم کو اس وقت تک تحفظ دیتی ہے جب تک وہ قانون کی حدود میں رہتا ہے جیسے ہی وہ حدود سے تجاوز کرتا ہے شریعت کے موافق استثناء ختم ہو جاتا ہے۔

نتیجہ مع تشریح

خلاصہ یہ نکلا کہ اسلام اور شریعت میں بہت سے ایسے احکام ہیں جہاں استثناء دیا گیا ہے، لہٰذا ضروری نہیں کہ ہر استثناء غلط ہی ہو البتہ دور حاضر میں اعلیٰ عہدیداران کو جو بالعموم استثناء دیا گیا ہے اس میں کوئی شک نہیں وہ خلاف شرع ہے، پھر یہ بھی واضح ہوا کہ استثناء کوئی جدید اختراع نہیں بلکہ قدیم دور سے چلا آرہا ہے اور استثناء کی بہت سی معاصر اقسام ہیں، لیکن ہماری بحث اعلیٰ عہدیداران کو دیئے گئے استثناء سے تھی، اگرچہ ضمناً سب اقسام پر روشنی ڈالی گئی پھر استثناء کی ضرورت اور اہمیت میں بھی کوئی شک نہیں چنانچہ کتنے ہی موقع پر خود شریعت سے استثناء ثابت ہے لیکن دور حاضر میں اس استثناء کا خلاف شرع استعمال ہو رہا ہے پھر ہم نے دیکھا کہ مختلف ممالک میں کتنے عہدیداران ہیں جن کو استثناء دیا گیا ہے ،پھر دستور پاکستان میں استثناء کے تصور کی مکمل تفصیلی وضاحت بتائی گئی اور 27ویں ترمیم سے متعلق بھی تفصیلی وضاحت کی اور قرآن وسنت کی روشنی میں اور خلفاء راشدین کے دور کے تناظر میں پاکستان میں استثناء کے تصور کو خلاف شرع ثابت کیا، نیز یہ بھی واضح ہوا کہ حکومت کے حامی علماء اور غیر حامی علماء سب کا مؤقف مطلق استثناء کے ناجائز ہونے کا ہی ہے پھر اس استثناء کی وجہ سے ملک پر پڑنے والے برے اثرات کو بیان کیا اور واضح کیا کہ کس طرح یہ ملک کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے اور آخر میں استثناء کی حدود کو واضح کیا کہ کس حد تک استثناء درست ہے۔

سفارشات

1. دستور پاکستان کے آرٹیکل 248 میں ایسی ترمیم کی جائے کہ استثناء شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے صرف سرکاری فرائض تک محدود ہو جائے اور ذاتی افعال یا فوجداری جرائم اسے مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔
2. اول تو یہ دفعہ 248 دفعہ 25 دفعہ 27 کے خلاف ہے نیز علماء نے بائیس متفقہ نکات دیئے تھے اور استثناء کو خلافِ شرع قرار دیا تھا۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہو پارلیمنٹ میں زیر بحث لائے اور قانون کو قرآن وسنت کے مطابق کرے۔
3. اعلیٰ حکام کے خلاف مقدمات کے لیے ایک آزاد اور خود مختار عدالتی کمیشن بنائیں جسے یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ کسی بھی عہدے دار کو استثناء کی پرواہ کیے بغیر طلب کر سکے۔
4. تعلیمی نصاب میں قرآن وسنت سے متصادم دفعات کی معلومات فراہم کی جائیں تاکہ عوامی سطح پر استثناء اور اس جیسے خلاف شرع مسئلوں پر آواز اٹھائی جائے۔
5. اگر دفعہ 248 کی تبدیلی میں وقت لگنے کا امکان ہے تو کم از کم جلد از جلد جو مقدمات اس کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں تو ان کے شواہد کو محفوظ کر لیا جائے تاکہ شواہد ضائع نہ ہو جائیں۔
6. حکمرانوں کے خلاف الزامات کی ابتدائی تحقیقات کے لیے ایک طاقتور پارلیمانی اخلاقی کمیٹی بنائی جائے جو یہ طے کرے کہ آیا لگایا گیا الزام سیاسی ہے یا اس میں حقیقت ہے؟ تو آرٹیکل 248 کی ضرورت خود بخود ختم ہو جائے گی گویا یہ پاکستان میں استثناء ختم کرنے کے لیے حل بھی ہوا۔

7. حکومت سے یہ بھی سفارش کی جاتی ہے کہ پاکستان کے نظام عدل میں ایسی دفعات شامل کی جائیں جو خلفائے راشدین کے اس طرز عمل کے عکاسی کریں جہاں خلیفہ خود کو قاضی کے سامنے پیش کیا کرتا تھا اس سے حکمرانوں ااور اعلیٰ عہدیداروں میں اخلاق جرات پیدا ہو گی نیز دیگر خلاف شرع دفعات کو بھی اسلامی نظام میں ڈھالا جائے۔

حوالہ جات

1 افریقی، ابن منظور، لسان العرب، (بیروت: دارالحیاء تراث العربی)، 177/2-

2 شہاب الدین خفاجی، شرح المقاصد (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2002)، 45۔

3 ایضاً، 264/3-

4 Wex Definitions Team, "Exemption," *Legal Information Institute*, Cornell Law School, accessed, https://www.law.cornell.edu/wex/exemption.

5 Buckland, W. W., *A Text-Book of Roman Law from Augustus to Justinian* (Cambridge: Cambridge University Press, 1921), 47–49.

6 شبلی نعمانی، الفاروق ، 125/1-

7 Blackstone, William, *Commentaries on the Law of England*, Book 1, Chapter 7 (Oxford: Clarendon Press, 1715), 234.

8 Howell, Thomas Bayly, Thames Jones Howell, and William Cobbett. *Proceedings for High Treason and Other Crimes and Misdemeanors from the Earliest Period to the Present Time*, ed. David Jardine (London: R. Bagshaw, 1811), 782.

9 Dicey, A. V., *Introduction to the Study of the Law of the Constitution* (London: Macmillan, 1885)

10 سورۃ البقرہ 286/2-

11 سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد، رقم الحدیث: 2761-

12 Trump v . University States 603us یہ امریکی سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے وہاں سے اخذ کیا ہے۔

13 برطانوی قانون(2024) 1947crown proceeding Act-

14 Franch constitution Article 67.

15 Federal law no 447FZ (202).

16 66or 5 آرٹیکل Basic Law of Governance

17 The law of Venezuela 236 آرٹیکل 223 اور

18 PRC constitution آرٹیکل 62 اور 80

19 Constitution of the north Korea, Article 100-105.

20 The constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

21 محمد تقی عثمانی، البلاغ کراچی: ادارۃ المعارف، .n.d۔

22 سورۃ النساء 58:04-

23 سورہ نحل 90:16-

24 سورۃ النساء 135:04-

25 سورہ مائدہ 08:05-

26 ایضاً، 69:05-

27 سورہ ص 26:38-

28 سورہ بقرہ 253:02-

29 محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث: 3475، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1688-

30 امام احمد بن حنبل، مسند احمد، رقم الحدیث: 12165 یہ حدیث اس کے علاوہ سنن الکبری للبیہقی اور نیز دیگر کتابوں میں موجود ہے۔

31 محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، رقم الحدیث: 7150 بعض نسخوں میں 6731 ہے..

32 الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل و الملوک، بیروت: دار الفکر، 1985، ج2، ص98--

33 امام ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی،**السنن الکبری للبیھقی**،باب مانہی فی المسجد،6162-

34 امام عبد الرزاق ابن ہمام،**مصنف عبد الرزاق**،رقم الحدیث: 20763-

35 امام احمد بن حنبل،**مسند احمد**،رقم الحدیث:481-

36 البيهقي، أحمد بن الحسین،**السنن الکبری**(بیروت: دار الکتب العلمیۃ،2003)،136:10۔

37 امام،ابن تیمیہ،**السياسة الشرعية** ،27/1-

38 امام ماوردیؒ،**الاحکام السلطانیه والولايات الدينية**،ج1-

39 امام غزالی،**المستفصی فی اصول الفقه**،ج1-

40 مفتی عبد الرحیم، سرپرست جامعۃ الرشید، انٹرویو، کراچی، تاریخ انٹرویو،[ندارد]۔